پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان (قسط نمبر ۱۰)

اکابرِ اسلام اور قادیانیت

مرزا محمود کی سیرت کے تذکرے میں ان کی ازواج اور بعض دیگر رشتہ داروں کا نام بھی آیا ہے۔ ہم ان کے نام حذف کر دیتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے مخاطب نہیں۔ مرزا محمود کی جنسی عدوان پر جن لوگوں نے موکد بعذاب قسمیں کھائی ہیں یا ان کی زندگی کے اس پہلو سے نقاب سرکائی ہے۔ ان کا تعلق مخالفین سے نہیں ایسے مریدوں سے ہے جو قادیانیت کی خاطر سب کچھ تج کر گئے تھے۔ ان میں خود مرزا محمود کے نزدیکی رشتہ دار، ہم زلف اور برادرِ نسبتی تک شامل ہیں اور بالواسطہ شہادتوں میں ان کے پسران اور دختران تک کے بیانات شامل ہیں۔ جن کی آج تک تردید نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کی گئی ہے۔ اس کا سبب اشاعتِ عیش سے اجتناب وگریز نہیں۔ بلکہ یہ حقیقت ہے کہ واقعات کی تصدیق کے لیے اس قدر ثبوت شہادتیں اور قرآئن موجود ہیں جن کا انکار ناممکن ہے

ان الزامات کی صحت وصداقت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان مریدین میں سے جو لوگ انتہائی اخلاص کے ساتھ قادیانیت کو سچا سمجھتے تھے اور مرزا محمود کو خلیفہ برحق مانتے تھے۔ ان کی رنگین راتوں سے واقف ہو کر نہ صرف قادیانیت سے علیحدہ ہوئے بلکہ خدا کے وجود سے بھی منکر ہو گئے۔ ایک شخص کو پاکبازی کا مجسمہ مان کر اس کو کارِ دگر میں مشغول دیکھ کر جس قسم کا ردِ عمل ہو سکتا ہے۔ یہ اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ ان میں سماعی یقین رکھنے والے لوگ ہی نہیں۔ عملی تجربہ سے گزرے ہوئے لوگ بھی شامل ہیں۔

دوسرا طبقہ مرزا محمود کو تو جولیس سیزر کا ہم مشرب سمجھتا ہے مگر کسی نہ کسی رنگ میں قادیانی عقائد سے چمٹا ہوا ہے۔ آپ اسے ہر دو طبقہ کی عدم واقفیت یا جہالت کہیں۔ میرے نزدیک دونوں قسم کا ردِ عمل الزامات کی صحت پر برہانِ قاطع ہے ماہرینِ ''جرمیات'' کا کہنا ہے کہ اصل مجرم (Perfect Crime) وہ ہوتا ہے جو کبھی (Trace) معلوم نہ ہو سکے مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آدم سے لے کر آج تک ایک بھی ایسا جرم سرزد نہیں ہوا جو اصطلاحاً پرفیکٹ کرائم کہلا سکے۔ کیونکہ جرم ذہن کی (Abnormal) حالت نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ہو جاتی ہے، کوئی ایسا (Flow) نشانی ضرور رہ جاتا ہے جس سے مجرم کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک قاتل نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں چار پانچ مقامات پر پھینک کر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے قتل کے نشانات تک کو مٹا دیا ہے، مگر عملاً وہ اتنے ہی مقامات پر اپنے جرم کے نشانات چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں اگر مرزا محمود کی تقاریر اور بیانات کا جائزہ لیں تو کئی شواہد ان کے جرائم کی چغلی کھاتے ہیں۔ پیرس میں عریاں رقص دیکھنے کا تذکرہ خود انہوں نے اپنی زبان سے کیا ہے' ملاحظہ فرمائیں۔

''جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا۔ کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں گا۔ قیام

انگلستان کے دوران مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب جو میرے ساتھ تھے سے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں جہاں یورپین سوسائٹی عریاں نظر آ سکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے مگر مجھے ایک ''اوپرا'' میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ چوہدری صاحب نے بتایا کہ یہ وہی سوسائٹی کی جگہ ہے اسے دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میری نظر چونکہ کمزور ہے اس لیے دور کی چیز اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چوہدری صاحب سے کہا کیا یہ ننگی ہیں۔ انہوں نے یہ بتایا کہ یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں مگر باوجود اس کے ننگی معلوم ہوتی ہیں۔'' (الفضل۔ ۲۸ر جنوری ۱۹۳۴ء)

مکر وفریب ایک ایسی چیز ہے کہ انسان زیادہ دیر تک اس پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ دانستہ یا نادانستہ ایسی باتیں زبان پر آ جاتی ہیں جن سے اصلیت سامنے آ جاتی ہے۔ خلیفہ جی نے اپنی ایک شادی کے موقع پر کہا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خچر پر سوار ہوں اور اس کی تعبیر میں نے یہ کی ہے کہ اس بیوی سے اولاد نہیں ہوتی اب واقعہ یہ ہے کہ اس بیوی سے کوئی اولاد نہیں اور خلیفہ جی کا ''یہ خواب'' اس پس منظر میں تھا۔ کہ وہ خاتون جوہر نسائیت ہی سے محروم ہو چکی تھیں۔ اب مریدا سے پیر کا کمال سمجھتے ہیں کہ اس کی پیش گوئی کس طرح پوری ہوئی۔ حالانکہ یہ معاملہ پیش خبری کا نہیں، پیش بینی سی بلکہ دروں بینی کا ہے۔

خلیفہ صاحب کے ایک صاحبزادے کی رنگت اور شکل و شباہت سے کچھ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی صورت ایک ڈرائیور سے ملتی ہے۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہوئیں تو ''کار خاص'' کے نمائندوں نے خلیفہ جی کو اطلاع دی اور انہوں نے انگریز عورتوں کے گھروں میں سیاہ فام بچے پیدا ہونے پر ایک خطبہ دے مارا۔ حالانکہ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ اس پر ایک طویل مثالوں سے مزین لیکچر دیا جاتا۔ مگر کہتے ہیں چور کی داڑھی میں تنکا۔ ایسے ہی وہ ایک بیوی کی وفات پر، پرانی یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''شادی سے پیشتر جب کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ لڑکی میری زوجیت میں آئے گی۔ ایک دن میں گھر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی سفید لباس پہنے، سمٹی سمٹائی، شرمائی لجائی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی ہے''

(سیرۃ ام طاہر شائع کردہ مجلس خدام احمدیہ ربوہ)

اب سفید لباس پر نظر پڑ سکتی ہے لیکن سمٹنے، سمٹانے، شرمانے لجانے اور دیوار کے ساتھ کھڑے ہونے اور چہرے کی کیفیات کا تفصیلی معائنہ کسی نیک چلن انسان کا کام نہیں، ہمیں رائل فیملی کے کسی فرد کے بارے میں نیک چلنی کا حسن ظن نہیں کیونکہ اس ماحول میں ''معجزہ'' بچ جانا بھی ممکن نظر نہیں آتا۔ مگر ہم ان کے بارے میں کف لسان ہی کو پسند کرتے ہیں۔ چونکہ سربراہان قادیانیت عموماً اور مرزا محمود خصوصاً اس ڈرامے کے خصوصی کردار ہیں۔ اس لیے ان کے بہروپ کو نوچ پھینکنا اور لوگوں کو گمراہی کی دلدل سے نکالنا انتہائی ضروری ہے۔ ضمناً قادیان اور ربوہ کی اخلاقی حالت کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ اگر درخت

اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو قادیانیت یقیناً شجر خبیثہ ہے۔ لاہور کی سڑکوں پر گھومنے والی ''سلمٰی جشن'' اور لنک میکلوڈ روڈ پر مقیم ''صنیفاں'' اس کی شاہد ہیں۔ قادیانی امت اپنے نبی کی اتباع میں اپنے ہر مخالف کی بے روزگاری، مصیبت اور موت پر جشن مناتی ہے اور اسے مطلقاً اس امر کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ انتہا درجے کی قساوتِ قلبی، شقاوتِ ذہنی اور انسانیت سے گری ہوئی بات ہے...... اللہ تعالیٰ نے قادیانی امت پر ایسا عذاب نازل کیا ہے کہ اب انکا ہر قابلِ ذکر فرد ایسی رسوا کن بیماری سے مرتا ہے کہ اس میں ہر صاحب بصیرت کے لیے سامانِ عبرت موجود ہے۔ فالج کی بیماری کو خود مرزا غلام احمد نے ''دُکھ کی مار'' اور ''سخت بلا'' ایسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اب قادیانی امت کی گندی ذہنیت کی وجہ سے یہ بیماری اللہ تبارک وتعالیٰ نے سزا کے طور پر قادیانیوں کے لیے کچھ اس طرح مخصوص کر دی ہے کہ ایک واقفِ حال قادیانی کا کہنا ہے کہ ''اب تو حال یہ ہے کہ جو شخص فالج سے نہ مرے وہ قادیانی ہی نہیں'' مرزا محمود نے اپنے باوا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امتِ مسلمہ کے اکابر اور جید علماء دین کے وصال پر جشن مسرت منایا اور ان کا یہ دھندا اب تک چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانیت کے گوسالہ سامری مرزا محمود کو ''فالج کا شکار'' بنا کر دس سال تک رہین بستر و باش کر دیا اور اس عبرت ناک رنگ میں اس کو اعضاء و جوارح اور حافظہ سے محروم کر دیا۔ وہ مجنونوں کی طرح سر ہلاتا رہتا تھا اور اس کی ٹانگیں بیدِ لرزاں کا نظارہ پیش کرتی تھیں۔ گویا وہ ''لا یموتُ فیھا ولا یحییٰ'' کی تصویر تھا مگر قادیانی مذہبی انڈسٹری کے مالکان اس حالت میں بھی الٹا اخبار اس کے ہاتھ میں پکڑا کر ''زیارت'' کے نام مریدوں سے پیسہ بٹورتے رہے اور پھر سات بجے شام مر جانے والے اس مصلح موعود کی دو بجے شب تک صفائی ہوتی رہی اور سرکاری اعلان اس کی موت کا وقت دو بج کر دس منٹ بتایا گیا اور اس عرصہ میں اس کی رُکھی ہوئی داڑھی کو ہائڈروجن یا کسی اور چیز سے رنگ کر اسے زعفرانی کلر دیا گیا اور خط بنایا گیا اور غازہ لگا کر اس کے چہرے پر ''نور'' وارد کیا گیا۔ تا کہ مریدوں پر اس کی رونمائی کی جا سکے۔ حیرت ہے کہ جب کوئی مسلمان دنیاوی زندگی کے دن پورے کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے تو قادیانی اس کی بیماری کو ''عذابِ الٰہی'' قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کے اپنے اکابر ذلیل موت کا شکار بنتے ہیں۔ تو یہ ''ابتلاء'' بن جاتا ہے اور اس کے لیے دلائل دیتے ہوئے قادیانی وہ تمام روایات پیش کرتے ہیں۔ جن کو وہ خود بھی تسلیم نہیں کرتے۔ شاہ فیصلؒ کی شہادت پر قادیانی امت کا جشن منانا ایک ایسا المناک واقعہ ہے جس پر جس قدر بھی نفرین کی جائے کم ہے اور سابق وزیر اعظم پاکستان کے پھانسی پانے پر ہفت روزہ ''لاہور'' کا یہ لکھنا کہ اس سے مرزا غلام احمد کی ایک پیش گوئی پوری ہوئی ہے کہ ان کے عہد میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ مسخ شدہ قادیانی ذہنیت کی شہادت ہے۔ حضور ﷺ کے بعد جو جماعت یا فرقہ کسی شخص کو نبی تسلیم کرتا ہے وہ قرآن وحدیث کی رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اسے کوئی شخص بھی مسلمان قرار نہیں دے سکتا اور خدا کے فضل سے تمام امتِ مسلمہ اب بھی بالاتفاق قادیانیوں کو کافر ہی سمجھتی ہے۔ اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

(جاری ہے)